تعلیماتِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم اور عہد حاضر

مولانا سفیان علی فاروقی

تعلیماتِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی اہمیت عہد حاضر میں پہلے سے کہیں بڑھ گئی ہے، بلکہ اس عہد میں فرقہ واریت کے خاتمے کے لیے اور پر امن معاشرے کے قیام کے لیے اہلِ بیت عظامؓ کے قول وفعل سے رہنمائی لینا بے حد ضروری ہے، لیکن ہماری بدقسمتی ہے کہ جتنی اس چیز کی اہمیت وضرورت ہے، اتنا ہی ہم اس سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ اس پر طرفہ تماشہ یہ ہے کہ بنیادی کتب اور مصادر تک رسائی اس عہد میں جتنی آسان ہے، شاید ہی پہلے کبھی رہی ہو، لیکن ہم اتنا ہی مطالعے سے دور جا چکے ہیں، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان گنت ایسی باتیں گردش کرتی ہیں جن کا اصل احوال سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا اور ان میں سے بے شمار چیزیں معاشرے کے امن کو خراب کرنے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہیں۔ انہی چیزوں میں سے ایک چیز لفظ ''اہلِ بیتؓ'' کے اطلاق کا مسئلہ بھی ہے، یعنی اہل بیتؓ کون ہیں؟ اور کون نہیں ہیں؟ اس کو بلا وجہ متنازع بنا کر پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ بزرگانِ دین کا اس پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اہلِ بیتؓ کون؟

اہلِ بیت دو لفظوں ''اہل'' اور ''بیت'' کا مجموعہ ہے اور اس کا مطلب اہل لغت کے ہاں ''گھر والے'' ہیں۔ قرآن پاک میں لفظ ''اہل بیت'' دو جگہ آیا اور دونوں جگہ بیویاں مخاطب ہیں:

''قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ'' (سورۃ ہود)

یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا ذکر ہے۔

''اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا''

یہاں نبی کریم ﷺ کی مطہر بیویوں کومخاطب کیا گیا ہے۔

اگر مزید تحقیق کی جائے تو قرآن پاک میں لفظ ''أهل'' تقریباً ۱۲۵ مرتبہ آیا ہے اور متفرق معنوں میں استعمال ہوا ہے، جن میں سے چند یہ ہیں:

①: أهل بمعنی بیوی، اس کی دو مثالیں اوپر دی جا چکی ہیں۔

②: کسی شہر یا بستی کے لوگ، جیسے: ''وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰی اٰمَنُوْا''

③: کسی دین یا کتاب کے ماننے والے، جیسے: ''یٰاَهْلَ الْکِتٰبِ''

④: کسی چیز کے لائق یا حقدار لوگ، جیسے: ''اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰی اَهْلِهَا''

لفظ ''أهل'' سیاق وسباق کے ساتھ بدلتا رہتا ہے، اب ''اہل بیت'' کے حوالے سے ایک مستند حدیث بھی ہے جسے ''حدیث کساء'' کہا جاتا ہے جو کہ اہل بیت کے مفہوم کو مزید وسیع کرتی ہے اور اس میں سیدنا علی المرتضی شیر خدا، حضرات حسنین کریمین، سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہم شامل ہیں، اسی طرح کچھ اور مستند احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ جب ازواجِ مطہراتؓ کے حجروں کے پاس تشریف لے جاتے تو فرماتے: ''السلام علیکم یا أهل البیت!''۔ اسی طرح صاحبِ تحقیق بزرگانِ دین ''اہل بیت'' میں ان سب رشتہ داروں کو بھی شمار کرتے ہیں جن سے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ان کے لیے زکوۃ حرام ہے اور یہی ''اہلِ بیت'' کا بہترین مفہوم ہے، لیکن بدقسمتی سے عہد حاضر میں کچھ کم علم لوگ ''اہل بیت'' کے مفہوم سے نبی کریم ﷺ کی تمام ازدواج، تمام اولاد (سوائے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے)، تمام داماد (سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے) اور تمام نواسے نواسیوں (سوائے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے) کو نعوذ باللہ نکال دیتے ہیں، یہاں تک کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے باقی سارے بیٹے بیٹیوں کو بھی نکال دیتے ہیں سوائے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے، پھر آگے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ساری اولاد کو نکال دیتے ہیں اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی کچھ اولاد کے قائل ہیں، کچھ کے قائل نہیں ہیں۔

یہ ایک من گھڑت مفہوم ہے جو کہ پندرہ سو سال کے علماء کرام و بزگانِ دین نے نہیں اپنایا۔

تعلیماتِ اہل بیتؓ سے پہلے اہل بیتؓ کے مفہوم کو مختصراً آپ سب کے سامنے رکھنا بے حد ضروری تھا، اب اہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم کی وہ تعلیمات جو ''رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ'' کی عملی تفسیر تھیں کو مختصراً ذکر کیا جاتا ہے، جس کا مقصد وہ حقیقی منظرنامہ آپ کے سامنے رکھنا ہے جس میں نبی کریم ﷺ کے اخلاق، آپ ﷺ کی تعلیمات کے عملی پیکر، آپ ﷺ کی تربیت کے عملی نمونے اور اہل بیت عظام وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی باہمی محبت والفت اور دین اسلام کی سربلندی کے لیے مشترکہ کاوشیں عوام الناس کے سامنے آئیں اور وہ ہستیاں جو باہم شیر وشکر

تھیں، ''رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ '' کی عملی تفسیر تھیں، جو نبوت سے براہِ راست فیض یاب ہوئیں، جنہوں نے اسلام کی سربلندی کے لیے مشترکہ قربانیاں دیں، جنھوں نے ہمیشہ خود پر دوسرے کو فوقیت دی، جن کے باہمی تعلقات نبی کریم ﷺ کی مطہر و بابرکت آنکھوں کے آگے پروان چڑھے، جنہیں قرآن پاک نے بے شمار اعزازت سے نوازا، جو آپ ﷺ کے باقاعدہ شاگرد تھے، ایسے بہترین معاشرے کو آپ حضرات کے سامنے رکھا جائے، تاکہ ان کی باہمی محبت کو مشعلِ راہ بھی بنایا جاسکے اور ان کے بیچ نام نہاد توڑ ثابت کرنے کی ناکام کوششوں کی بیخ کنی بھی کی جاسکے۔

نبی کریم ﷺ کی مطہر اولاد کے متعلق امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''خدیجہ سے رسول اللہ ﷺ کی یہ اولاد پیدا ہوئی: قاسم، طاہر، انہی کو عبد اللہ کہتے ہیں اور ام کلثوم، رقیہ، زینب اور فاطمہ۔'' (كتاب الخصال للشيخ الصدوق، ص: ٣٧٥، باب السبعة)

''ایک مرتبہ ایک شخص نے سیدنا علی المرتضی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ: اے امیر المومنین! فلاں دروازے پر دو شخص ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں بدکلامی اور طعن گوئی کر رہے ہیں تو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے حضرت قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ان ہتک عزت کرنے والے دونوں اشخاص کو کپڑے (قمیص) اُتار کر دُرّے لگائے جائیں۔''

(البداية لابن كثيرؒ، ج:٧، ص: ٢٤٥، تحت حالات بعد واقعة جمل)

''حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا کہ یکایک ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما دور سے آتے ہوئے دکھائی دیے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: یہ دونوں تمام اگلے اور پچھلے پیرانِ اہلِ جنت کے سردار ہیں سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔''

(سنن ترمذی، حدیث نمبر: ٣٦٦٦، باب المناقب)

سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ ' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مقدس شخصیات سے بے حد لگاؤ رکھتے تھے اور ان کے دنیا سے جانے پر شدید غم کا اظہار کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

''اللہ نے مسلمانوں میں سے بہت سے افراد کو اپنی تائید و مدد کے لیے چن لیا تھا، اسلام میں جو کوئی جس منزلت کا حامل ہوتا ہے، اللہ بھی اپنے ہاں اسے وہی مقام و عزت بخشتا ہے، ان میں اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک سب سے بلند تر مقام کے حامل آپ ﷺ کے خلیفہ صدیقؓ اور صدیقؓ کے خلیفہ فاروقؓ ہیں، بے شک وہ دونوں اسلام میں عظیم مقام پر فائز ہیں، اللہ ان

پر رحم کرے، انہیں اسلام کی وجہ سے بہت تکلیفیں اور مصیبتیں پہنچیں، اللہ انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے۔'' (ابن میثم شرح نهج البلاغة، ص:۴۸۸، مطبوعہ ایران)

''منتهى الآمال'' میں ہے کہ جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان معاہدہ طے پا رہا تھا تو ان میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ:

''وہ لوگوں کے تمام فیصلے و احکامات اللہ کی کتاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور خلفائے راشدینؓ (چاروں خلفاء) کی سیرت کے مطابق کیا کریں گے۔''

(منتهى الآمال، ج:۲، ص:۲۱۲، مطبوعہ ایران)

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ابوبکرؓ مجھے اپنے جسم کی طرح عزیز ہے۔'' (معاني الأخبار، صفحہ:۱۱۰، مطبوعہ: ایران)

امام باقر رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ سیدنا ابوبکرؓ اور سیدنا فاروق اعظمؓ کے متعلق آپ کا کیا عقیدہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

''بالتحقیق میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور ان کے لیے استغفار کرتا ہوں، کیوں کہ میں نے اپنے اہل بیتؓ میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو ان دونوں سے محبت نہ کرتا ہو۔''

(محض الصواب لابن المبرد، ص:۲۳۷)

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی لختِ جگر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تو حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا اپنی ہمشیرہ کے ہاں آنا جانا رہتا تھا۔ ابن ابی شیبہؒ نے اپنی سند کے ساتھ لکھا ہے کہ:

''سیدنا حسنین کریمینؓ اپنی بہن امِ کلثومؓ کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے، اس حالت میں کہ بعض اوقات وہ اپنے سر کے بالوں میں کنگھی کر رہی ہوتی تھیں۔''

(المصنف لابن أبي شيبة، ج:۴، ص:۳۳۶، طبع: دکن)

فقہاء نے اس سے مسئلہ اخذ کیا کہ اپنی بہن یا بیٹی کے بالوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔

ایک مرتبہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

''اے عثمان! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ابوبکرؓ وعمرؓ سے قرابت اور رشتہ داری میں زیادہ قریب ہیں کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دامادی کا شرف پایا ہے۔'' (نهج البلاغة، ج:۱، ص:۳۰۳)

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ''نهج البلاغة'' میں موجود ہے کہ:

’’آپ امیر علیہ السلام کا فرمان ہے، جس کو آپ نے تمام ممالک میں روانہ فرمایا تھا، اس فرمان میں امیر اُن واقعات کو بیان کرتے ہیں جو اُن کے اور اہلِ صفین کے درمیان واقع ہوئے: ’’اور ابتدا ہمارے واقعات کی یہ ہوئی کہ ہم میں اور اہلِ شام میں جنگ ہوئی اور ظاہر ہے کہ ہمارا اور ان کا رب ایک، ہمارا اور ان کا نبی ایک، ہماری اور ان کی دعوتِ اسلام ایک، نہ ہم ایمان باللہ اور تصدیق بالرسول میں ان سے زیادہ اور نہ وہ ہم سے زیادہ، پس معاملہ ہمارا اور ان کا ایک ہے ،صرف خونِ عثمانؓ کے بارے میں ہمارا اور ان کا اختلاف پڑ گیا تھا، حالانکہ خدا کی قسم میں اس سے بالکل پاک وصاف ہوں۔‘‘ (نهج البلاغة :شرح شيخ محمد عبده،ج:۳،ص:۱۱۴،طبع:بيروت)

مضمون کی طوالت سے بچنے کے لیے ان چند اقوال پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے، ورنہ اس طرح کے واقعات سے کتابیں بھری پڑی ہیں اور یہ اقوال واعمال ہمارے اس عہد حاضر میں جتنے قابلِ تقلید اور قابل عمل ہیں، شاید ہی ان کی ضرورت واہمیت کسی دور میں اتنی زیادہ ہو، یہ واقعات یہ سکھاتے ہیں کہ اگر اختلاف ہو بھی جائے تو کسی کی تکریم کم نہیں ہونی چاہیے، انہی واقعات سے سبق ملتا ہے کہ مخالفت کی آڑ میں اخلاقیات کو پس پشت نہیں ڈالنا چاہیے، یہی چیزیں ہمیں سبق سکھاتی ہیں کہ ذاتی رجحانات آپ کو حقائق مسخ کرنے پر نہ اُبھار سکیں، یہ واقعات ہمیں بتاتے ہیں کہ اختلاف میں شریعت کے تقاضوں کو نہیں بھولنا چاہیے، انہی سے یہ بھی سبق حاصل ہوتا ہے کہ سچ کو کبھی بھی توڑ موڑ کر نہیں پیش کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واہلِ بیت عظام رضی اللہ عنہم کا سچا پیروکار بنائے، آمین۔